

الْإِقْتِصَادُ

ف

التقليد والاجتهاد

مُصَنَّفٌ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

شیرکئی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی ۷۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي شرع لنا اتباع الكتاب والسنة دينا و
سبيلا ووضع لشرحهما تفقه العلماء واجماع الامة معيناً و
دليلاً والصلاة والسلام على رسوله النبي الامي الذي جعل
السؤال شفاء لمن كان بقاء العي عليلاً وانذر من كتم علماً
سئل عنه اخذ اوبيلاً - اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ اخوانه
من الانبياء علي اله وصحبه الاصفياء وورثته من العلماء
والاولياء صلوة سلاماً ابداً طويلاً - اما بعد !

سبب تالیف رسالہ :

اس زمانہ کے فتن غنیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد
کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں۔ ایک
اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقدرین کے لئے حرام بلکہ کفر و
شُرک بتلا رہا ہے۔ دوسرے تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بتا رہا
ہے۔ تیسرے قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید
کی اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے ان کو
مخالف حدیث سمجھ کر نفرت دلایا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں
زہک لار رہا ہے۔ پانچواں قائلش و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب
سے آیات و حدیث کے ساتھ رد اور گستاخی سے پیش آ رہا ہے۔ غرض

جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سنار ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے۔ علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں ارشاد فرماتے رہے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادتِ ستم و ستمہ ہے کہ ہر زبان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضا ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجیب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کتاب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے۔

باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں قل کل يعمل علی شاکلتہ فریکو
اعلم بمن ہوا ہدی سبیلا

رسالہ ہذا مسمیٰ بہ "اقتصاد فی التقیید والاجتہاد" مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔

مقدمہ

اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔

نہایت، مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کا رد و ابطال، کیوں کہ سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکاٹ محض کسی کا ممکن نہیں صرف

مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی یا ان کے پیروؤں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں۔
 نمبر ۲: اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو سکیں۔ لیکن اگر کوئی مسنون ہی دقیق ہو یا کسی اصطلاحی نقطہ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہو تو مفرد پر ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جائے۔

نمبر ۳: اس میں ہر دعویٰ کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ کسی حدیث کی توضیح تو مائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند لی گئی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آگئے ہیں۔
 نمبر ۴: اگر اٹھائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جائے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہوگا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر ۵: چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائے گا۔ اگر طرز سوال سے منظون ہو کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جائے گا۔

مقصود اول: حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم : اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو مطلق سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا اصدالوجہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

مقصد سوم : جس شخص کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم : تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی۔

مقصد پنجم : اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

مقصد ششم : بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم : جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جود بھی موجب مذمت ہے اور تعین طریق حق کی۔

خاتمہ : بعض مسائل فرعیہ خفیہ کے دلائل میں۔

مقصد اول

مقصد اول در جواز اجتہاد و تقلید و محل آن :

حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

حدیث اول : عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فذکرلہ ذلک فقال اصبت فاجنب اخرفتیتمہ
وصلی فاتاہ فقال نحو ما قال لآخر یعنی اصبت اخرجه

النسائی (تیسوا کلکتہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ : طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس
نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر
ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے
ٹھیک کیا، پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہو گئی
اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ
نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی
تو نے ٹھیک کیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیوں کہ ان کو
اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا
کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے اطلاع دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دونوں کی تحسین و تنسیب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام کی تقریر
یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اس کی مشروعیت کا اثبات
فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر۔ پس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔ پس جواز قیاس
میں کچھ شبہ نہ رہا۔

تنبیہ : دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب

ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

حدیث دوم: عن عمرو بن العاص قال احتلمت في ليلة باردة في غزوة فأت السلاس فاشتقت ان اغتسلت ان اهلك فتممت ثم صليت باصحابي الصبح فذكروا ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا عمرو صليت باصحابك وانت جنب فاخبرت به بالذي منعني من الغتسال وقلت اني سمعت الله عز وجل يقول ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيمًا فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئًا اخرجه ابو داود۔

(تیسیر مکتبہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)
ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ فوات السلاس کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہو گیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کر کے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے جو امر کہ ممانع تھا اس کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔ بے شک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف، یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور
پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی
وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا۔
حدیث سوم:

عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماء فی
الوقت فتوضا احدهما واعاد بصلوة ما کان فی الوقت ولم یعد
الآخر فنادی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم یعد
اصبت السنة واجزأتک وقال للآخر انت فلتک مثل سہم جمیع
نسائی مجتہائی ص۔

ترجمہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کر کے
نماز پڑھی، پھر وقت کے رہتے پانی مل گیا۔ سو ایک نے تو وضو کر کے نماز لوٹائی اور
دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جس
شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سنت کے
موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو پورا حصہ
ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف، ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق
صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح، سو یہ عین مذہب محققین کا ہے کہ المجتہد یخطئ و
یصیب یعنی مجتہد بھی صحیح نکلتا ہے کبھی خطا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے

نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا۔ پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا۔ یہ سب احادیث بالاشترک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

حدیث چہارم: عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ باليمن معلما و امیرا فسالنا عن رجل توفي وترك ابنتا واختا فقضى للابنة بالنصف

وللاخت النصف ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي اخرجہ البخاری و هذا لفظہ و ابوداؤد (تیسریں کھلتے ص ۳۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ: اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہماری یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وراثت چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں و اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی کیوں کہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ سو قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل دریافت

نہیں کی اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے

اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے جواز تقلید کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس کا بلا غیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔

حدیث پنجم: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من افقی بغیر علم کان اللہ علی من افتاء الحدیث رواہ ابو داؤد
مشکوٰۃ انصاری ص ۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دے دے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

فت: دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بڑی معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گناہ ہنگام ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؛ جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے؛ بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا۔ پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہوگا۔ آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم: عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یكون له الدین علی رجل الی اجل فیضع عنہ صاحب الحق لیعجل الدین فکفر ذلک و
نہی عنہ اخرجه مالک۔ (تیسیر کاکتہ ص ۲۳ کتاب البیع باب ذاب فرع فی الجیون)

ترجمہ: حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر سے یہ سئل پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعاد دی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دے دے آپ نے اس کو ناپسند

کیا اور منع فرمایا روایت کیا اس کو مانگنے۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزیئہ میں کوئی حدیث مرفوعہ صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمر کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس ابن عمر کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہشتم: عن مالک انه بلغه ان عمر رضی اللہ عنہ سئل فی رجل اسلف طعاما علی ان یعطیه ایاہ فی بلد اخر فکوه ذالک عمرو قال فاین کراء الحبل۔ (تیسیر کلثہ ص ۳ کتاب البیع باب سابع)

ترجمہ: امام مالک سے مروی ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شہر کی کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ بار برداری کا کہاں گیا۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزیئہ میں بھی کوئی حدیث مرفوعہ صریح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا بدوین دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا۔ پس دونوں کا جواز حضرت عمر کے فعل سے بھی ثابت ہو گیا۔

حدیث ہشتم: عن سلیمان بن یسار ان ابایوب الانصاری خرج حاجا حتی اذا کان بالبادية من طریق مكة اصل راحله وانه قدم علی عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر ذالک له فقال اصنع ما یصنع

المعتمر ثم قد حلت فاذا ادراك الحج قابلا فاحج واحد ما استيسر من الهدى اخرجہ مالک (تیسرے کلمتہ ص ۳ کتاب الحج باب حادی عشر فصل ثالث)

ترجمہ۔ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا اصرام کھل جاوے گا پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔ اب تابعین کی روایت تقلید سنیے۔

حدیث نمبر ۹ | عن جابر بن زید وعكرمة انهما كانا يكرهان البسر وحده و
ياخذان ذلك عن ابن عباس اخرجہ ابو داؤد۔

(تیسرے کلمتہ ص ۳ کتاب الشراہ باب ثانی فصل رابع)
ترجمہ۔ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (خیساندہ کے لئے) خربائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتویٰ کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے۔
ف۔ صرف ابن عباس کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ | عن عبید بن ابی صالح قال بعت برامن اهل دار نخلة الى
اجل فاردت الخروج الى الكوفة فمصر ضوا على ان اضع
لهم وينقدوني فسالت زيد بن ثابت فقال لا امرک ان تفعله ولا ان تاکل
هذا وتوكله اخرجہ مالک۔ (تیسرے کلمتہ ص ۳ کتاب البیع باب رابع فروع

ترجمہ - عبید بن ابی صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دارخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیموں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعاد دیدی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں۔ میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء و افتاء بلا نقل و دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصران کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصد دوم

مقصد دوم درجواز تعلیل یا تقلید نص و اجتہاد | اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے

حدیث کو معطل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کی تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز

اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

حدیث اول

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم

الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرك

بعضہم العصر فی الطريق فقال بعضہم لا نصلی حتی تاتیہا وقال بعضہم بل نصلي لو یرد منا ذلك فذكر ذلك للنبي صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحدا منهما۔ (بخاری جلد ثانی مصطفائی ص ۵۹)

ترجمہ۔ بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آ گیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جب تک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں بلکہ مقصود تاکید ہے جلد ہی پہنچنے کی، کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ، پھر یہ قصہ آپ کے حضور میں ذکر کیا، آپ نے کسی پر بھی ملامت و سزائیں نہیں فرمائیں۔

ف۔ اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہاد یہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوہین المہتملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپ نے اُن پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔

حدیث دوم

عن انس ان رجلا کان یتہوی بامر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فقال لعلي اذهب فاضر ب عنقه فاتاه

فاذا هو محجوبٌ ليس له ذكر فكف عنه واخبر به النبي صلی اللہ علیہ وسلم

فحسن فعله زاد في رواية وقال الشاهد يرى ما لا يرى الغائب أخرجه مسلم
 (تيسير كلكتہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی اُم ولد سے
 متهم تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس
 جب تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اُترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے۔ آپؐ
 نے فرمایا یا ہر نکل۔ اُس نے اپنا ہاتھ دے دیا۔ آپؐ نے اسے نکالا تو وہ مقطوع الذکر
 نظر پڑا۔ آپؐ اس کی سزا سے رُک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپؐ
 نے اُن کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا
 کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دُور والا نہیں دیکھ سکتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔
نوٹ۔ اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود
 تھا مگر حضرت علیؓ نے اس کو معطل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اسلئے
 سزا نہیں دی اور حضورؐ نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث
 کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا
 گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث سوم عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ علی
 الرجل قال یا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك وقال
 في الثالثة ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله صدقاً من قلبه
 الا حرقه الله على النار وقال يا رسول الله افلا اخبر به الناس فيستبشروا قال
 اذا يتكلموا فافخبر بهما معاذ عند موته تاثما متفق عليه۔ (مشکوٰۃ انصاری باختصار ص ۱)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے۔ آپؐ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقرر ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرمادیں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں سے کہہ دوں کہ خوش ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوفِ گناہ سے کہ دین کا چھپانا حرام ہے (تبریدی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے۔ مگر حضرت معاذؓ نے قوتِ اجتہاد یہ سے اول یا مرشورہ و مقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ خصوصاً کیسا تھا ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھ کر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علمیہ سے مخصوص جان لیتے۔

حدیث چہارم | عن ابی عبد الرحمن السلی قال خطب علی فقال وفیہ فان امۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مننت فامرنی ان اجلدها

فاتیتھا فاذا ہی حدیثہ عہد بنفاس فخشیت ان انا جلد تھا ان اقلھا فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکھا حتی تتماثل اخرجاہ مسلوا ابو داؤد و الترمذی۔ (تیسرے کلکتہ ص ۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ۔ ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اس

میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے دُرے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اس کے دُرے ماروں گا تو مری جائے گی پھر میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ درست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم و ابو داؤد ترمذی نے۔

ف۔ باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلیل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہاد یہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا۔ اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قراءۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لا صلوة الا بفاتحۃ الكتاب کو حالت افراد مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری حدیث کے جس کی تصریح سفیان سے بحوالہ ابو داؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہوگا۔

حدیث شریف عن سعد بن عبادۃ انه قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ارايت رجلا وجد مع امراته رجلا يقتله قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم لا قال سعد بن عبادۃ والذى اكسر مالك بالحق ان كنت لا عاجله بالسيف قبل ذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعوا الحى ما يقول سيدكم۔
 رواه ابو مسلم و ابو داؤد (تيسير كلكته ص ۱۳۵ كتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمائیے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ سعد بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق لانے کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں؟ روایت کیا اس کو مسلم والبوداؤد نے۔

ف۔ ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا وکلا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زہرہ فرماتے۔ نہ یہ کہ اور اٹھی ان کی تعریف فرماویں۔ اور تعظیمی لفظ سید سے اُن کو مشرف فرماویں کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے۔
(مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی ص ۴۱)

اور دعویٰ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کو منافق ہونے میں کیا شبہ ہے تو آپ اُن کو سید کیوں فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں۔ پس اُن کی غرض کا مطلب یہ تھا کہ گویں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عند الحاکم میرے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ اس حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا رد و انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہاد سے کسی حدیث کی مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اس پر عمل جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے۔

حدیث ششم

عن ابن عباسؓ انه قال ليس التحصيب بشئ انما هو منزل نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجہ الشيخین

والترمذی - (تیسیر کلکتہ ص ۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی)

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصور میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔

ف - ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہر دلیل ہے سنت ہونے کی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے ہیں۔ اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہاد یہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصودہ نہیں اتفاقاً بطور ثناء و دعاء کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذات میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابلِ ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم

عن عبد الله بن ابی بکر بن عمر بن حزمہ اسماء بنت عمیس امرأة ابی بکر غسل ابابکر حین توفي

ثم خرجت فسالت من حضرها من المهاجرين قالت انی صائمة وان هذا يوم شديد البرد فهل علی من غسل فقالوا لا اخرجہ مالک - (تیسیر کلکتہ ص ۲۹۸ کتاب الطہارۃ باب ثامن فصل رابع)

ترجمہ۔ عبد اللہ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ نے ابو بکر کو بعد وقت کے غسل دیا۔ پس باہر آکر اس وقت جو مہاجرین موجود تھے ان سے پوچھا کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے۔ کیا میرے ذمے غسل واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دے کر غسل کرنے کا حکم بصیغہ امر یعنی قتل آیا ہے۔ (تیسیر ص ۲۸) جو ظاہر وجوب کے لئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوت اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ درتہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس حمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مردہ میں یہی المصلیٰ میں وجوب کے لئے نہیں بلکہ زبردستی پر محمول ہے۔ اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

مقصد سوم

مقصد سوم در منع قاتل قوت اجتہاد یہ از اجتہاد اگرچہ محدث باشد جس شخص کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص ماقبہ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لیے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوت اجتہاد یہ کے معنی

حدیث اول

عن ابن عباسؓ قال أصاب رجل جرح على عهد
رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم احتلوا فامر
بالافتسال فاعتسل فمات فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم
فقال قتلوه قتلهم الله تعالى الم يكن شفاء العى السؤال إنما كان
يكفيه أن تيمروا أن يعصب على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل
سأترجده أبو داود (تيسر كلكتہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم ہو گیا پھر اس کو احتلام ہو گیا۔ ساتھیوں
نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا۔ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ یہ خبر حضرت رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل
کریں۔ ناواقف کا علاج دریافت کرنا نہ تھا۔ اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر لیتا
اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا۔ پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔ روایت کیا
اس کو ابو داؤد نے۔

ف۔ ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیت قرآنیہ وان كنتم جنباً فاطمروا کو معذور
وغیر معذور کے حق میں عام اور آیت وان كنتم مرضی الخ کو حدیث اصغر کے ساتھ خاص
سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ
سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا اور خود رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ
فتویٰ کا دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے لئے فتویٰ

قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دوم

عن عدی بن حاتم اخذ عقلا ابيض وعقلا اسود حتی
کان بعد اللیل نظر فلم یستبن له فلما أصبح قال لرسول
الله صلی الله علیه وسلم جعلت تحت وصادتی خیط الابيض وخیط الاسود
قال ان وصادتک لعریض ان کان الخیط الابيض والخیط الاسود تحت
وصادتک اخرجہ الخمسة۔

(تیسیر کلکتہ باختصار ص ۱۱ کتاب التفسیر سورة البقرہ)

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔
کلو واشربوا حتی يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود تو انہوں نے
ایک ڈور سفید ایک ڈور سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اس کو دیکھا تو
وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈور سفید اور ایک ڈور سیاہ رکھ لیا۔ آپ
نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے۔ اگر سفید اور سیاہ ڈورے رجن سے مراد دن
اور رات ہے (تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔

ف۔ باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہاد یہ نہ ہونیکے فہم مراد
قرآن میں غلطی کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح
انکار فرمایا۔ اور مقصد اقل میں اجتہاد پر انکار نہ فرمانا گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر
چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہاد یہ نہ تھی۔ اس لیے آپ نے ان
کی رائے و فہم کو معتبر نہ فرمایا۔

حدیث سوم عن عطاء بن یسار قال سأل رجل ابن عمر بن العاص عن رجل طلق امرأته ثلثاً قبل ان يحصها فقال عطاء فقلت انما طلاق البكر واحدة فقال لی عبد اللہ انما انت قاص الواحدة تبينها والثلث محرمه حتى تنكح زوجاً غيره اخرجہ مالک (تیسیر کلکلمہ ص ۳۱۷)

ترجمہ: عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل صحبت تین طلاق دیں عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو! یعنی فتویٰ دینا کیا جانو! ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو مالک نے

ف حضرت عطاء کے فتویٰ کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ نے محض ان کی قوت اجتہاد پر یہ کی کمی سے معتبر و معتد بہ نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور انشاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اسکی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

حدیث چہارم عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبد اسمع مقالتي فحفظها ووعاها وادها

فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه الحديث رواه الشافعي والبيهقي في المدخل ورواه احمد والترمذي والبوداودي

ابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (مشکوۃ الصاری ص ۲)
 ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے تروتازہ فرمادیں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث سُنے اور
 اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعضے پہنچا نیوالے علم کے خود فہم
 نہیں ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہم
 ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس
 کو احمد نے اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت رضی
 اللہ عنہ سے۔
ف۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث
 صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔

اب وہ حدیثیں سُنے جن سے
تحقیق حقیقت قوت اجہاد پر
 قوت اجتہاد پر کی حقیقت

Www.Ahlehaq.Com

منکشف ہو جاتی ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم أنزل القرآن علی سبعة أحرف لکل أمة
حدیث اول

منھا ظہر و لطن و لکل حد مطلع رواہ فی شرح السنہ (مشکوۃ الصاری ص ۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک
 باطن اور ہر حد کے لیے طریقہ اطلاع جدا گانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کیلئے علوم عربیہ
 اور مدلول خفی کے لیے قوت فہم) روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

حدیث دوم

عن عروۃ بن الزبیر قال سألت عائشة عن قوله تعالى
ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت

او اعتمر فلا جناح علیه ان يطوف بهما قلت فوالله ما علی احد جناح ان
لا يطوف بالصفا والمروة فقالت بئسما قلت یا بن اخی ان هذه لو كانت
علی ما اولتها كانت لا جناح علیه ان لا يطوف بهما وفي هذا المحدث
قال الزهري فاجبت ابابكر بن عبد الرحمن فقال ان هذا العلم ما كنت
سمعه اخرجہ السنۃ (تیسرے حکم کے کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے اس
کے متعلق دریافت کیا ان الصفا والمروة الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے
معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ
ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے قیادری
الذین اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت
عائشہ نے کہا اے بھانجے! تم نے بڑی غلط بات کہی، اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی
جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لا جناح علیہ ان لا يطوف بهما یعنی طواف
نہ کرنے میں گناہ نہیں، نہ ہر ہی کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبد الرحمن کو اس کی
جسادی انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا، روایت کیا اس کو امام مالک اور
بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث سوم

عن ابن مسعود فی فضل الصحابة كانوا افضل هذه
الامة ابرها قلوبا واعلمها علما وقلها تكلفا

الحديث (رواه رزين مشكوة انصاری ص ۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہ کی نصیحت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمام امت سے افضل تھے سب سے زیادہ انکے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عبقیق تھا سب سے کم ان کا تکلف تھا روایت کیا اس کو رزین نے۔

عن ابی جحيفة قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین هل عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عز وجل

حدیث چہارم

قال لا والذي فلق الحبة وبرأ النسمة ما علمته الا فصما يعطيه الله رجلا في القرآن اخرج البخاري والترمذي والنسائي

(تیسیر کلکتہ ص ۲۴ کتاب القصص من فضل لا یقتل المسلم بالکافر)

ترجمہ: حضرت ابن جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرما دیں روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اهل الیماة فاذا عمر یالس عنده فقال ابوبکر ان عمر جاءنی

حدیث پنجم

فقال ان القتل قد استحر يوم الیماة بقراء القرآن والی الخشی ان لیتم القتل بالقرآن فی کل المواطن فیذهب من القرآن کثیر وانی اری ان قامر بجمع القرآن فقلت کیف افعل ما لم یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسم فقال عمر هو والله خير فثم يزل ميراجني في ذلك حتى شرح الله
صدرى للذى شرح له صدر عمر ورأيت في ذالك الذى راى
الحديث اخرجه البخارى والترمذى .

(تيسير كلكتہ ۸۸ کتاب تالیف القرآن)

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل
یمامہ میں حضرت ابو بکرؓ نے میرے بلانے کے لیے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت
عمرؓ بھی بیٹھے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر
یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قرآنِ قرآن کے کام آئے مجھے اندیشہ ہے کہ
اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے ہے تو قرآن پاک کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا
اس لیے میری رائے ہے کہ آپ قرآن پاک جمع کرنے کا امر فرما دیں میں نے حضرت
عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح
کروں ؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے
حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صد اور اطمینان تھا مجھ کو بھی شرح صد ہو گیا۔
روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے۔

ف مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول۔ یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و

دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کے باب میں حدیث اول اس
پر صراحتہ وال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور
حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر وال حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ

تعالے عنہ سے مروی ہے ولالت کرتی ہے کیونکہ صرف معافی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل وافقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوئم :- امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں، کوئی لطن نص تک پہنچ جاتا ہے، چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے، مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہؓ اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی، زہری سے ابوبکر بن عبد الرحمن نے سن کر اس پر مستر ظاہر کی اور اس کو علم کہا :-

سوم :- امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و شرف نہیں، ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی یا ہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل و شرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتد بہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحتہ دال ہے۔

چہارم :- امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتب نہیں ہے محض ایک امر وہی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابوبکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی او سر حکم اجتناب عن البدعتہ وار وہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین مامور بہ میں داخل ہوا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعتہ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا، اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں، چنانچہ تا مل سے

معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لیے زیادت خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا۔ سو مراد قوت اجتہاد یہ ہے اسم فہم مذکورہ فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے۔

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ استفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوت فہمیہ علمیه خاصہ و مہیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوت کے نصوص کے مدلولات خفیہ و معانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ و احکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطلق ہو جاتے ہیں۔ اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسری شق میں ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے و اجتہاد و استنباط و شرح صدر وغیرہ عنوانات سے آیات و احادیث میں جا بجا تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد چہارم

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آن | تقلید شخصی ثابت ہے

اور اس کے معنی

حدیث اول | عن حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فافتدوا بالذین من

بعدی و اشاری ابی بکر و عمرؓ الحدیث اخر جہ الترمذی۔

ترجمہ حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا، سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرتا جو میرے بعد ہونگے، اور اشارہ سے ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بتلایا، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف۔ من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے، کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپ کے رب و بھی موجود تھے، پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو اور ظاہر ہے، کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے، پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا، اور نہ یہ عادت مسترہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے، کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے، اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے، اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں، وہ آگے مذکور ہے صرف اس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے، سو وہ حدیث قوی سے جواب بھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے، گو ایک معین زمانے کے لئے سہی۔

حدیث دوم | عن الاسود بن یزید الى اخر الحديث

ف یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرمایا جائے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو تعلیم احکام کے لیے مین بھیجا تو یقیناً اہل مین کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

حدیث سوم

عن هذیل بن شریل فی حدیث طویل مختصرہ قال
سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعود واخبر بقول
ابی موسیٰ فخالفہ ثم اخبر ابو موسیٰ بقولہ فقال لا تسألونی ما دام هذا
المحبو فیکم اخرجہ البخاری والبوداؤد والترمذی .

(تیسیر کلکتہ ص ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہذیل بن شریل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا پھر ان کے فتویٰ کی خبر حضرت ابو موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم متجہر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد و ترمذی نے۔

ف حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لیے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔

مقصد پنجم

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

ضروری ہونے کے معنی۔

اول۔ اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کیے جاتے ہیں تاکہ دعویٰ کی تعیین ہو جائے۔ سو جاننا چاہیے کہ کسی شے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔

دوسرے۔ یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے، ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عاۃ ممکن نہ ہو اس لیے اس امر کو بھی ضروری کہا جائے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن و حدیث کا جمع کر کے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرمادی ہے

حدیث چہارم

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الحديث

مشکوۃ انصار ص ۱۶۶

متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک اسی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتاب اس کو روایت کیا بخاری و مسلم نے

ف . دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ کیسے واجب ہوگی، لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون مقید بالکتاب کرنے کے محفوظ رہنا عادتاً ممکن نہ تھا اس لیے قرآن و حدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام امت کا دلالت اتفاق چلا آ رہا ہے، ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں جب وجوب کی قیاس اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی، تو جانا چاہیے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو صرف اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات، اس لیے ایسی آیت و حدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکید حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن و حدیث کے وجوب کے لیے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکور میں اس کے وجوب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس سے حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی، اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لیے نص پیش کرنے

کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں، ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔
دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اول۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لیے ہونا۔

ثانی۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا، یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

رابع۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

خامس۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ لکنا۔ رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے

سے ان میں خلل پڑتا ہے، سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی

یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد و غرض پرستی غالب ہے، چنانچہ ظاہر

ہے۔ اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، پس

اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی۔

تفصیل مفسد ترک تقلید شخصی | ایک یہ کہ بعض اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کر دیں گے اور احادیث

جو ارا جہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا

ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور شکوۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے

سنا ہے، اور اس کو سمجھ گئے ہیں، پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام

ہوگا۔ تو احکام میں جس قدر تصرف و تحریف پیش آئے تعجب نہیں، مثلاً ممکن ہے

کوئی شخص کہے کہ میں طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہاد یہ سے بعض نصوص کو معطل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہے جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معطل ہے اور علت اُس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اکثر اوٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر چھنیٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہ ہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک و صاف ہو جائیں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جلتے ہیں جو اکثر اوقات کھلتے ہیں۔ اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن خود پاک صاف رہتا ہے۔ اس لیے ہم پر وضو واجب نہیں بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کون حکم معطل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تبعیدی یعنی غیر معطل ہے۔ یہ حقہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے۔ اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دنیا محض باطل ہے۔ یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معطل ہے۔ اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصوصیت ہو تو تحقیق حال ہی میں سہولت ہو۔

پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے۔ و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخ بالاجماع کے بغیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے۔ چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع نہایا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اذال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع اُمت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے۔

حقیقتِ اجماع

کیونکہ حقیقتِ اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کر لیں، اور اگر کوئی عدا یا خطاء اس اتفاق سے خارج ہے تو اس کے پاس کوئی دلیل متحمل صحت نہ ہو، اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اشد مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعین بعض کا خلاف رہا، مگر بوجہ غیر استدلالی دلیل صحیح ہونے کے وہ قاذب اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیقِ اجماع نہیں ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونے کا دعویٰ مشکل ہو جائے گا کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیات مسوختہ التلاوت کو داخل قرآن اور حضرت ابوالدرداء سورۃ فلیل آیت وما خلق الذکر والانیث میں کلمہ وما خلق کو اور ابن مسعود معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں، تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی تر ہے حالانکہ ایک سماعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ جب اس کو تمام ازمینہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے ہیں اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی، اس لیے کسی نے سلفاً و خلفاً اس کو مضر و محل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا، وہ حدیثیں یہ ہیں۔

حدیث اول

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال عمر اقرأنا ابی و اقضانا علی وانا لنسمع من قول ابی وذلک ان ابی یقول لا ادرع شیئاً سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا .

(بخاری نظامی جلد ثانی ص ۶۴۴)

حدیث دوم | عن علقمة قال دخلت نفر من اصحاب عبد الله الشام فسمع بنا ابو الدرداء فانانا فقال افيكم من يقرأ قلنا نعم قال فايكم اقرأ فاشاروا الي فقال اقرأ فقرت وايلر اذا يعشى والنهار اذا تجلى والذكر والانشى قال انت سمعتها من في صاحبك قلت نعم قال فانا سمعتها من في النبي صلى الله عليه وسلم وهو لاء يابون علينا .

(بخاری جلد ثانی ص ۶۴۴)

حدیث سوم | عن زهر قال سالت ابي بن كعب قلت ايا المندران اخالك ابن مسعود يقول كذا وكذا فقال اب

سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي قل لي قل فقلت فحق نقول كذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (بخاری جلد ثانی ص ۶۴۴)

ف چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گزر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بالجملة یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی کوئی تقلید بھی کرنے لگے، دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے۔ صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لیے عمل نہیں کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے

ہیں اور صراحتہ وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں ہیں۔ بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تعطل و بطلالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خاص کا امور مذکورہ ہیں سے اور ایسے احکام کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ و حصر مشکل ہے، چنانچہ جزئیات فتویٰ کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے

حدث | وفي آخرى لمسلم صلى الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا من غير خوف ولا سفر

(تیسرے مکتبہ ص ۲۴ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن فصل ثانی)

ترجمہ : اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدن سفر کے فقط ۔

حالانکہ بلا عذر حقیقتہً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہر احادیث

سے مفہوم ہوتا ہے اسی لیے اس میں قوت اجتہاد یہ سے تاویل کی جاتی ہے

پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ

ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشککہ میں ائمہ کی بلا تعین تقلید کریں

کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتویٰ کو لے لیا سو اس

میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آئے گی مثلاً ایک شخص نے

وضو کر لیا۔ پھر خون نکلوا یا جس سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی، چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لیے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی۔ پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کی لازم نہ آئے گی لیکن بوجہ غلبہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو۔ اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا۔ بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا، خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے، اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حفظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو۔ اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کرے گا۔ غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہوگی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائے گا بعد چند سے اس آزادی کا نذر سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح فہرہ دین ہے عجیب و بعید

نہیں بلکہ غالب و قریب ہے۔

پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے پس تقریر انڈا سے بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلا شبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لیے ہونا۔
نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا۔

نمبر ۳۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔
نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا
نمبر ۵۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا مقتدہ نہ ہونا اور علاج ہے۔

پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحتہ ثابت ہے۔

حدیث اول | عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لامرئى ما نوى

فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينجسها فهجرته الى ما هاجر اليه
(متفق عليه مشکوٰۃ الضاری ص ۳)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کے لیے ہجرت کی ہے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

فہ اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص ہونے اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے۔ دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے حکم دوسری حدیث کے سب گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی اس پر ملامت و شناعة فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تعلم علما مما یتبعی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیمة یعنی نہیھا۔ رواہ احمد و ابوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سایا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو سبتر اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کر لوں گا تو قیامت کے

روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔
ف مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نہ نکالیں
 گے اس حدیث میں اُس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ پس یہ حدیث بھی امر
 اول کے وجوب پر وال ہے۔

حدیث سوم | عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم لا یؤمن احدکم حتی یكون هواہ بتعالعاجت
 بہ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح
 رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوٰۃ صفحہ ۲۳

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی
 خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔ روایت کیا اس کو
 شرح السنہ میں نووی نے اس کو اپنے اربعین میں صحیح کہا ہے۔
ف : اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

حدیث چہارم | عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من وقع فی شبہات وقع فی
 حرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتج فیہ الاوان لکل ملت حمی
 الاوان حمی اللہ معارمہ الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ الفاری ص ۲۳۳)

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں
 مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ

ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چروائے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے۔ یاد رکھو۔ ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حدیث مخبرہ
عن عطیة السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من الحقیقین حتی یدع ما لا یاس بہ حذر الخابد یاس (رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳۲) ترجمہ عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ جن چیزوں کو خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑے جن میں خرابی ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ف چونکہ تقویٰ بمص قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لیے یہ بھی واجب ہوا پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر وال ہے۔

حدیث ششم

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اجارکم اللہ تعالیٰ من ثلث خلد ان لا یدعو علیکم نبیکم فتملکوا جمیعاً وان لا یظہر اللہ اهل الباطل علی اهل الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالة اخرجہ البوداؤد .

(تیسرے حکمتہ صفحہ ۳۶۳ کتاب الفضائل باب رابع)

ترجمہ . ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بددعا نہ کریں گے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ۔

حدیث ہفتم

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب اللسان کذیب الغنم یاخذ

الشاذة والقاصیة والناعیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة رعاه احمد (مشکوٰۃ الناصر ص ۲۳)

ترجمہ . حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ اُس بکری کو پکڑتا ہے جو گھم سے نکل بھاگی ہو اور ان سے دور جا پڑی ہو اور کنارہ رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہل دین کے) عام جماعت میں رکھو، روایت کیا اس کو احمد نے ۔

حدیث ہشتم

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فدخل رقبۃ

الاسلام من عنقہ سواه احمد والبوداؤد (مشکوۃ النصارى ص ۱۲۳)

ترجمہ: ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک یا لشت برابر بھی جدا ہو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد والبوداؤد نے۔
ف ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ اُمت محمدیہ جس امر پر اتفاق واجتماع کر لیں وہ ضلالت نہ ہوگا، تو ضرور ہے کہ اس کی صدا اور خلاف ضلالت ہوگا کما قال تعالیٰ فہذا بعد الحق الا الضلال، اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالت ہوگی پس اجماع کے مقتضی پر عمل واجب ہوگا اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہو گیا۔

حدیث نہم

عن ابن عباس قال قال علیؑ لعمریا امیر المؤمنین لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم

عن ثلاثۃ عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یشیقظ وعن المعتوی حتی

یدبراً المحدث اخرجہ الوداؤد (تیسرے کلکتہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں

ایک نابالغ جب تک کہ بالغ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار ہو تیسرا
مجنون جب تک کہ اچھا ہو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف۔ اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت
نہیں پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سب ان لوگوں کے جن کو شرع نے
مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرہ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں
قرآن پاک میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ
عِشًا۔ الایہ وقال اللہ تعالیٰ اَحْسِبِ الْاِنْسَانَ اَن یَّتِرْلَ سُدًی۔

پس امر فاس کا وجوب بھی ثابت ہو گیا اور وجوب ان امور خمسہ کا
مقدمہ ثانیہ تھا پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے پس مدعا
کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا
کہ تقلید شخصی مقدم ہے واجب کا اور مقدم واجب کا واجب ہے۔

اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب
مقدمۃ الواجب واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب

اہل ملل و اہل عقل کے مسلمات سے ہے، محتاج اثبات نہیں مگر تبرعاً ایک
حدیث بھی تائید کے لیے لائی جاتی ہے۔

حدیث عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا و قد عصى روالہ مسلم

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲۸)

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گناہ گار ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت حاجت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبے وارہ ہو سکتے ہیں

جواب شبہ بر عموم وجوب تقلید شخصی | ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت

ہے کہ بدن تقلید شخصی کے وہ مناسبات میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی ان ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہیئے عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مناسبات سے بچانے کے لیے ہوں اعتبار اکثری کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں کہ فقہار کے اس قول کے کہ میں امر میں عوام کو ابہام ہو۔ وہ خواص کے حق میں میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

Www.Ahlehaq.Com

حدیث عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر

فقال انا نسمع احادیث من یهود تعجبا افتری ان تکتب بعضہا فقال
امتھو کون انتم کما تھوکت الیھود والذھاری۔ المحدث (مرواۃ احمد
والبیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ الصاری ص ۲۲)

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ بعضی باتیں لکھ لایا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ف چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور صلح فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنہ عامہ ہو اس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی۔ بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو۔ پس وہ شبہ رفع ہو گیا اور اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

عن شقیق قال کان عبد اللہ بن مسعود
حدیث دیگر | رضی اللہ تعالیٰ عنہ یذکر الناس فی کل
 خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انک ذکرتنا
 فی کل یوم قال اما انہ یضمتی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی

اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتجولنا بھا مخافة
السامة علینا متفق علیہ (مشکوٰۃ النصارى ص ۱۵)

ترجمہ: شیعین سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہر جمعرات کو ہم کو دغظ سنا تے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ
آپ ہر روز دغظ فرمایا کریں، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند
نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لیے وقتاً فوقتاً دغظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے
وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کر کے) دغظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے، روایت کیا
اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف ظاہر ہے کہ شننے والوں میں سب تو اکتانے والے تھے ہی نہیں، چنانچہ
خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار
کر کے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہو گیا، اور روایت کثیرہ ہیں احکام کثیرہ کا
اس قاعدہ پر مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکور رفع ہو گیا۔

دوسرا شبہ جو محض لاشعۃ ہے
یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا
ایک مقدمہ یعنی امور غمہ مذکور
جواب شبہ عدم ثبوت یک مقدمہ
وجوب تقلید شخصی از حدیث
کا واجب ہونا بلا شک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید

شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا۔ جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے۔ دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعویٰ کیے حدیث سے ثابت ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعویٰ کی کیا خصوصیت ہے؟ یہ قصہ تو تمام شرعی دعووں میں ہے مثلاً ایک شخص کی عمر بیس بچیس برس کی ہے۔ اس پر تمام علماء و عقلاء نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جائے تو یہی کہا جائے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یا نہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں، بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لیے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لیے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارونی القرآن و الحدیث ہونے سے اس دعویٰ کو ثابت بالقرآن و الحدیث کہا جاتا ہے یہی تقریر یہ شبہ مذکور کے جواب میں جاری کر لو اور یہ اوپر طے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغ بالذات نہیں پس بجد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا

وجہ تخصیص مذاہب اربعہ اور بعض بلاد تخصیص مذاہب حنفی

رہا یہ امر کہ مذاہب اربعہ ہی کی کیا
تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے
گزرے ہیں جن کے اسماء اقوال

جا بجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذاہب حنفی ہی کو
کیونکر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید
شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا متضمن مناسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے
مجتہد کی تقلید کی جائے جس کا مذاہب اصولاً و فروعاً ایسا مدون و منضبط ہو کہ
قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے
اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز
مذاہب اربعہ کے کسی مذاہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی
مذاہب کو اختیار کیا جائے کیونکہ مذاہب خاص کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی
عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا اس کے لیے دوسرے
مذاہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت
پڑے گی جس کا فساد واد پر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ
میں اور اسی بناء پر مدت سے اکثر جمہور علماء اُمت کا یہی تعامل اور
توارث چلا آرہا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت
والجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح
سے کیوں نہیں مدون ہوئے اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں
خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ

ہم سے پہلے پڑا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں ہمارے لیے انحصار ثابت ہو گیا۔ یہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اے مقام پر ہیں جہاں سے پڑا ہمارے اکتساب کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے رہا یہ کہ یہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ سہولت بھی نہیں، وہاں جا کر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تعلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقامات پر پہنچنے کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تعلید شخصی اختیار کرنی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکل چھوڑ دیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہیے جس شخص کو قوت اجتہاد یہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے رجحان تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہو گا اور اگر کوئی تصور بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے از کتاب میں

دوسرے عوام الناس کے لیے جو شیع ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا کہ جو امر عوام کے لیے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جاسکتا ہے اور یہی مبنی ہے کہ علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذهب ممنوع ہے ۔

رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لیے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی سے شائع ہے تب تو اس کے لیے یہی امر مرجح ہے۔ جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کیلئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند ہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آئے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کی بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جائے گا لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوگی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا ۔

مقصد ششم

جواب شبہ منع قرآن از قیاس | بعض شبہات کثیرۃ العروض
کا جواب

شبہ اول | قرآن پاک کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے
ان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً یعنی ظن افادہ حق میں

بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں ۔

جواب ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولاً یہ آیت ان احادیث

کے معارض ہوگی جن سے اس کا جواز ثابت ۔ اور مقصد اول میں لکھی گئیں ۔

ثانیاً اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض

احادیث جو متواتر ہیں، ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک

کی تعین و ترجیح خود ظنی ہوگی تو لازم آئے گا کہ نفوذ باللہ حدیث پر بھی عمل

جائز نہ ہے اور دونوں امر باطل ہیں پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد

آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے،

وقالوا ما ہی الا حیاتنا الدینا نسوت ونحیا وما یمھلکنا الا الدھر

وما لم یزالک من علم ان ہم الایظنون ۔

ترجمہ : اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا

ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاکت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس

اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے۔

اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ وہ ہر فاعل ہے
دلیل طنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا اس کو ظن فرمایا۔ اسی
طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے ۔

شبیہ دوم

جواب شبہ منع قرآن از تقلید ومعنی آیت وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا الْخ	قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا
--	---

علیہ اباؤنا اولوکان آباءہم لا یعقلون شیئا ولا یحتدون
ترجمہ : جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ
تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریق کی
پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور روکے
فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباؤ اجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو
ان کے آباؤ اجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں)۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ
پر چلنا بڑا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو
تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی
طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے۔ وہ آیت یہ ہے۔ فان تنازعتم فی شئیٰ فردوہ
الی اللہ والرسول ۔

جواب۔ اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلیدِ معجوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں۔ تقلیدِ کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں: **اول**۔ یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے۔ یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے۔ سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں۔ نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیت و حدیث ہی ہے مگر میں بے علم یا کم علم یا لکھ اجہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کیے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے۔ لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کے تبتلنے کے موافق، اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس منظر احکام ہے نہ بشت احکام اور یہ مضمون بھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے، نہ وہ علم ہدایت سے معزل تھے جیسا تو اتر سے ان کا عاقل اور مبتدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آئے گا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد اول میں جواز تقلید کے باب میں گزر چکی ہیں۔

تجلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً وفعلاً ثابت ہے چنانچہ مقصد سوم کی حدیث بیجم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مرآت فی ذالک الذی راٰی مع ترجمہ گزر چکا ہے جس سے استعمال قولی وفعلی دونوں خطا ہرگز نہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضی پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا ۔

شبه چہارم

قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول **جواب شبه دوم سلف قیاس** سے اول من قاس ابلیس یعنی اول

جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے ۔

جواب قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس

کے ساتھ جو مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آئے گا بیکہ دلیل ہی

قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی

الدلائل کو قیاس سے رد کر دیا سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بیکہ کفر ہے ۔ تجلاف

قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لیے ہوتا ہے

شبه پنجم

جواب شبه منہج مجتہدین از تقلید ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے

قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں ۔

جواب : مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو، ورنہ ان کا یہ قول اولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا۔ فعل سے تو اس لیے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاویٰ جو خود ان کے مدون کیے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل و لائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو ان کا یہ فعل خود بخود تقلید ہے اور قول سے اس لیے کہ ہدایہ اولین وغیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلواٹے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحاجم والمجموع یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ ہو گیا یہ سمجھے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھاپی لے تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور دلیل ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے لان علی العامی الاقتداء بالفتہاء بعد ما لا ہتدای فی حقہ اے معرفۃ الاحادیث (ہدایہ ص ۷۱)

یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء کرے کیونکہ اس کو احادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ

مخاطب ہیں جو قوت اجتہاد یہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود وال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قدرت اجتہاد یہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں۔ پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کرنا تکلیف مالا لایطاق ہے۔ جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد یہ کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شعبہ ششم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

جواب شبہ بدعت بدون تقلید

تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی۔ اس لیے بدعت ہوئی۔

جواب مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قیرون میں بھی تقلید

نتائج تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ

ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان

ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ تدوین حدیث و کتابت

قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور نظر ظاہر میں اولاً یہی شبہ ہوا تھا حضرت

ابوبکر صدیق کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے دفع ہو گیا جیسا مقصد

سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گزر چکا یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبهہ ہفتم

جواب شبہ بدعت بنودن تقلید شخصی | تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا اس لئے

یہ بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شہادت متعلقہ کے گزر چکے ہیں۔

شبهہ ہشتم

جواب شبہ تقلید شخصی بنودن در سلف | اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے

اس واجب کے تارک کیوں تھے؟

جواب: چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہو گا چونکہ سلف میں سلامت صد و طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے۔ لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی جائز تھی اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا دربارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہو گئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کی حالت کے تغیر و تبدل

سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں
تبدل کا اعتقاد الحاد ہے۔ جیسا بہت لوگ آج کل اُس میں مبتلا ہیں اسکی ایک
تعلیل یہ بھی ہے کہ حضور پر نور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک
میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع
فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں عزالت
ضروری ہو جائے گی چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں۔ اس
سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو
بلکہ جائز بھی نہ ہو، اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے
پس اگر تقلید شخص بھی زمانہ سابق میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب
ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

شبه نہم

جواب شبه عدم انقطاع اجتہاد | اجتہاد کوئی ثبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو
ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو

سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔
جواب۔ قوت اجتہاد یہ کاپایا جانے والا عقل یا شرعاً ممتنع و محال تو
نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل
یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کینفاً اتفاق مختلف
الابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول یہ

استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارات یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں پھر فقہاء کے جوابات اور ان کے اولہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں۔ اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قد الشاء اللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوت مفقود ہو گئی اسکی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا۔ پھر جیسا قوت حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہاد یہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے علمہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول محمد کر سکتے تھے اور ایک دوستوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جہزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدۃ منہج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قایل تقلید ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلا نا ہے کہ وہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فیضیت مخالفت کتب سے مشلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

شُبہ دہم

جواب شُبہ خلاف دین تقلید شخصی | قرآن و حدیث بہت آسان ہے! چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ لَبِيسْنَا الْقَوَائِدَ

لِلْمَذْكَرِ فَعَلْ مِنْ مَدَكْس. ہر شخص سمجھ سکتا ہے احادیث تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشواری نہیں رہی۔ پھر کیوں تقلید کی جگہ خود دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب، مقصد سوم میں بحث قوت اجتہاد یہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان کی اول حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں پس آیت بالما میں قرآن پاک کو ان معانی ظاہر کے اعتبار سے آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لیے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے، مقصد سوم کو بتماہ دیکھ لینے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان معانی کے سمجھنے کے لیے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

شُبہ یازدہم

تقلید شخصی کا خلاف دین ہونا | حدیث میں ہے الدین لیسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے

دشواری ہے، پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔
جواب، دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی کوئی

ناگواری و گرائی نہیں ہوتی ورنہ آیت انھا لکیرۃ الا علی الخاشعین اور حدیث حُفَّتِ الْمَجَنَّةُ بِالْمَكَارِہِ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے دھوپ میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرتِ عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا وَّشَیْئًا سَوَآءًا۔ سو تقلیدِ شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لیے خلافِ دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلافِ دین ہونے کا کب احتمال ہے۔

شبہ دوازدہم

ائمہ اربعہ کی تحقیق | اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہؓ زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پیجے؟

جواب۔ مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لیے اس مجتہد کے مذہب کا تدوین ہونا ضروری ہے۔ اور حضرات صحابہؓ میں کسی کا مذہب تدوین نہیں اس لیے مفذوری ہے۔ البتہ اُن ائمہ کے واسطے سے اُن کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

شُبہ سیر و صم

جواب شُبہ تقلید در منصوص | جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضروری ہے؟

جواب:۔ ایسے مسائل تین قسم کے ہیں۔ اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ معانی متعددہ کو محتمل ہوں گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہیں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لیے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی قسم ثانی قطعی الدلالة کہلاتی ہے اس میں تعین احداث احتمالات کے لیے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ قسم ثالث قطعی الدلالة کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔

شُبہ چہار و صم

جو شُبہ مخالف جو بعض مسائل حدیث | بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں ان میں کیوں تقلید کرتے ہو؟

جواب:۔ کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر۔
 امر اول:۔ اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔
 دوسری:۔ اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔

تیسری وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی
ہے گا مخالف کا حکم غلط ہوگا۔ مثلاً امام صاحب کا قول مشہور ہے کہ نماز استسقاء
سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث
میں نماز استسقاء پر ہزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے
یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت ثوکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے
نماز پڑھ کر دعا باران کی کبھی بلا نماز دعا فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے!

عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال
یا رسول اللہ هلک الکراع وھلک الشاء فادع اللہ ان یتقیتا فمد یدہ
ودعا۔ (جلد اول صفحہ ۱۲۷)

توجہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے
اور بکریاں سب ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ بارش فرمادیں۔ آپ
نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی۔

Www.Ahlehaq.Com

چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے ،
قلنا فعلہ مرۃ وتوکلہ اخری فلم یکن سنۃ (اولین ص ۵۸) پس وضوح مراد صحیح کے شبہ
مخالف کا نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر دلیل خفی ہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی
ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری
حدیث سے استدلال کیلئے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرارت
فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو

ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوت اجتہاد یہ سے راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گزرتے اس سے قتل و قتال کرو اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے۔ اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی۔ کیونکہ اس کا عمل حدیث کی ہی ایک وجہ پر ہوا اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہوگا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت پُر سال ہے اور دلیل میں حملہ و فحشاء مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے منہایت ہی مخدوش ہے۔ مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ قتل کی ہے جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں۔

پس معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لیے لیٹے پھیرنا اور اس کا دودھ چھڑانا یہ تمہیں باہر ہوتا ہے، اب بتانا کلفت و ثوی ثابت ہو گیا۔ حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کاہنہ جو روایات میں متجرب ہو۔ درایت میں عاقل و مبصر ہو۔ اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوئم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلاء بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں۔ تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہہ دینا کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح

فرمادیں۔ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراً ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور حواذ مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچی۔ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ انہوں نے قصد خلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں بروے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث: عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا حکم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم ثم اخطا فله اجر .
(بخاری ج ۲ ص ۱۹۲)

ترجمہ: عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ اور اگر خطا ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے اور اگر کوئی کہے کہ دعویٰ و دلائل و وجوہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر توافق و مخالفت کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ

اے اور یہ بھی ہمارے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب کے پاس کوئی اور حدیث وغیرہ ہو جو میں نہیں پہنچی ۱۲

تو صاحب مذہب سے منقول ہیں، مگر تدوین احکام کے وقت اُن حضرات کی عادت نقل دلائل کی تھی، اس لیے دلائل اُن سے منقول نہیں، متاخرین نے افتناع کے لیے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ کچھ دیئے ہیں۔

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جب کہ دلیل منقوض خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت و حملہ و فساد سے استدلال کرنے میں گزرا، پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے، تمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں۔

شبهہ پانزدہم

جواب شبهہ بر تخصیص اربعہ | مجتہدین اور بھی بہت سے گزرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے؟

جواب مقصد پنجم میں گزر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لیے معذوری ہے۔

شبهہ شانزدہم

جواب شبهہ بر دعویٰ اجماع الاختصار | بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ

ہر زمانہ میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔

جواب: یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گواہی اجماع ظنی ہوگا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لیے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتد بہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گزر چکا ہے کہ ہر اختلاف قاذح اجماع نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

شبهہ ہفتم

جواب شبهہ عدم معرفت عوام | اگر تقلید شخصی ذاب ہے تو عوام الناس جو امام ابوحنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک

اس واجب کے ہوں گے کیونکہ اتباع بدوں معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔
جواب: معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام کو تفصلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بناء پر بعض علماء کا قول ہے العامی لا مذهب لہ لیکن اجمالی معرفت انکو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ اس مذہب کا اتباع ہے جو یہاں شائع ہے چنانچہ اگر وہ مقتداء اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہے پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لیے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانے میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزار ہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہے کہ جو مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر

اکتفا کیا گیا اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے مقصود اصلی یہ ہے کہ آثار فتنہ و اتباع ہوانہ ہو اور وہ بدوں معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے۔ لہذا معرفت اجمالی کافی ہے

شبه ہشدم

جواب شبہ ضعیف احادیث مستند ضعیفہ

ضعیف کے دلائل اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور ان کے

مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پس راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو؟

جواب ہے، اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہیں بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں۔ چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عند المحدثین ضعیف ہیں، سوا اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوت اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا سراوی کا ثقفہ و ضابطہ ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں۔ چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں اسی طرح کسی راوی کا ثقفہ و غیر ثقفہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ شبہ بہت سی روایت میں بھی محدثین مختلف

۱۰ چنانچہ بہت سی روایت الخ اور جرح کی تقدیم تعدیل پر مشروط بقیود کثیرہ ہے جن کا اجماع ہر جگہ غیر مسلم ہے چنانچہ کتب فن سے واضح ہے ۱۲ منہ

ہیں جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح
 بین الاحادیث کیلئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کتب اصول میں
 مذکور ہیں تو ان پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے
 اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے موافق قابل استدلال ہو علاوہ
 اس کے کبھی قرآن کے انضمام سے اُس کا ضعف منجر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدر
 مطبوعہ کشوری کے ص ۲۹۲، ص ۲۹۳ بحث تکبیر جوازہ میں لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ
 حدیث کا ضعف اسکی صفت اصلہ تو ہے نہیں، راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا
 ہے پس ممکن ہے کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف
 اس میں آگیا پس ضعف تاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاثر
 کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان
 کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے
 استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس
 حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ المجتہد اذا
 استدلل بحديث كان تصحيحاً له منہ پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد
 کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی پس اس کے استدلال میں
 مضر نہ ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمک کیا ہے اس
 کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے، اس
 کے ساتھ تمک کرنے پر خیال پنجہ حاشیہ ص ۱۴۱ میں ابن ہمام کا قول ایک حدیث کے
 متعلق نقل کیا ہے کہ ترمذی کا العمل علیہ عند اهل العلم کہنا قوت اصل حدیث

کو مقتضی ہے۔ گو خاص طریق ضعیف ہو الخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا تمک ٹھہرایا جاوے پس ظن تمک ثابت ہو گیا۔ اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا غیر ثابت ہونا سوا دل تو ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ ان کے شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہار دہم کے جواب میں گزر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اُس کے دعویٰ میں ضرورتاً حجت نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہار دہم میں گزر چکا ہے اور تفصیلاً انشاء اللہ مقصد نہم میں آتا ہے

شبہ نواز دہم^{۱۹}

اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کی جاوے امام ابو حنیفہؒ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کیلئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مؤرخین انکو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ انکی روایت پر اعتماد ہے۔
جواب: جس مؤرخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مؤرخ نے امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے ”ویدل علی اندہ من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذہبہ فیما بینہم والتقول علیہ اعتباراً مرءً اوقبلاً“

توحید یعنی امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان ان کا مذہب معتد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر۔“

اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کیلئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مؤرخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم ملزم وجود اللازم پھر جو اس مؤرخ نے ایسا قول لکھ دیا ہے جو خود اسکی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب و ناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یہی حال ہے اس کا ضعیف ہونا بھی بتا دیا ہے علاوہ اسکے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے اس لیے اس کی اگر تاویل نہ کی جائے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مؤرخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں ماہر نہیں ہے ایسے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں نقل کے خلاف تو اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے مؤطا و کتاب المسج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف عبدالرزاقؒ اور دارقطنیؒ و بیہقیؒ و طحاویؒ کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے کہے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائیگا اور عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانیؒ، ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادیؒ و دارقطنیؒ و ابن الجوزیؒ و نوویؒ

مذہبی اور ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے
 تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استقدر قریب ہو
 اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ
 اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور خود مؤرخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر
 تاریخی صریح عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں پس امام صاحب کے مجتہد نہ ہونے
 کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ بار وایات میں ضیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں سبھی
 ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لا باس بہ لم یکن متصفا
 (امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں الخ) اور ابن معین جیسے
 رئیس النقاد کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے
 کے ہے اور ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے
 عن علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید
 و ہشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون و ہوثقہ لا باس بہ و کانت
 شعبۃ حسن راہ فیہ و قال یحییٰ بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ و اصحابہ
 فقیل لہ اکان یکذب قال لا

تو مجاہد علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور
 حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ
 ثقہ تھے ان میں کوئی اسر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارے میں اچھی تھی اور
 یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں
 بہت افراط و تفریط کرتے ہیں کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے

تھے انہوں نے کہا نہیں؟

ایسے اکابر کی تصریح کے بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ ہذا کلمہ

ملنقطۃ من مقدمة عمدة الرعاية للشيخ مولانا عبدالحی اللکھنویؒ

شبہ بسیم

جواب مرجیہ بول حنفیہ غنیہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا

جواب غنیہ اس وقت مجھ کو نہیں ملی اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا لیکن سر دست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تفادو فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لیے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں سے ایک فرقہ غسانی کوئی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وعنان لان یحکیم عن ابی حنیفۃ ولیدۃ من المرجیۃ وهو افتراء علیہ قصد بہ ترویج مذہبہ بھوافتہ رجل کبیر قال الامدی ومع هذا اصحاب المقالات قد عدوا اباحنیفۃ واصحابہ من مرجیۃ اهل السنة لعل ذاک لان المعتزلة فی الصدیر کانوا یلقبون من خالفهم فی القدر مرجیاً ولان قال الایمان والتصدیق ولا ینقص ظن امریاء بباخیر العمل عن الایمان ولیس کذا لک اذ عرف عندہ المبالغة فی العمل والاحتیاد فیہ .

توضیح اور عنان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ

لے ایسے اکابر کی النج اور جن کے کلام میں ایسا پایا جاتا ہے وہ بقول محققین ناشی تعصب ہے اس لیے معتبر نہیں ۱۲ منہ

میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افتراء محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک ایسے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رائج دے علامہ آدمی کہتے ہیں اور باوجود اس کے ناقلین اقوال نے امام ابو حنیفہؒ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہلسنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا لقب دیتے تھے۔

اور یا وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لیے اُن پر ارجاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اُس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور گوشش عبارت میں معروف و مشہور ہے آہ! اس عبارت سے کئی جواب معلوم ہوئے

۱۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افتراء کیا۔

۲۔ معتزلہ نے عناد اہلسنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔

۳۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا پس غنیہ کی عبارت یا تاویل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور اُن کی کتابوں میں ان کا رد و البطلال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے۔

شبہ نسبت و حکم

اپنے کو بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے محمدی کہا جائے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

جواب: بر اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو

سو جانا چاہیئے کہ خفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں؟ سو عرابض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

علیکم لبنتی وسنتہ الخلفاء الراشدین المعہدین (المحدثین) رعاء الحمد والبر ما وعد والترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ النصارى) ط

یعنی اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کر دینا غیر نبی کی طرف کسی مطالبہ سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلایا تو اس میں منسوب کر دیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا قال اللہ تعالیٰ ویكون الدين كله لله یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے۔ رہا یہ کہنا کہ سچائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ حیب مقصود قائل کا عیسائی اور یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق ہیں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت خفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہو سچائے

محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

شبه لبت و دوم

جواب شبه عمل باقوال الصاحبین | تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتویٰ دیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی؟ جواب ہے، صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ ان ہی اصول سے مستخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لیے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے۔ پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

شبه لبت و سوم

جواب شبه عدم اتصال مذہب بالامام صاحب | مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں انکی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پہنچا انکی تقلید کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب ہے، سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان اقوال کی نسبت صاحب

مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے اُن سے یہ اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی اُنکو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعین ان کی اسماء و صفات کی نہ کی جائے۔ پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں منظون اور عمل کیلئے دونوں کافی ہیں۔

شہ نسبت چہاں

جواب شہ مختلف یا مسکوت عنہ لودن بعض مسائل فقہیہ | بعض مسائل

ہیں روایات فقہیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہیہ ساکت ہیں پس صورت اولیٰ میں وہ مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا و نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس مخدور مشترک رہا۔

جواب۔ اول تو مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے راجح و مرجوح کی تعین کر دی ہے پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جابہین میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے متفق و والیستہ ہیں اس لیے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آوے گا۔ اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے استخراج ہوگا اور جواب شہ مہم میں گزر چکا ہے کہ ایسا مقید احتیاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اسلئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہوگا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات الہیہ مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شہ نسبت و دوم میں

شبه سبت و خیمہ

۲۵

جواب شبه غلو بعضی در تقلید | بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرض و

واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی

بڑھ کر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب۔ یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً فردی نہ ہوں جیسا مقصد پنجم

کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس شخص کی طرف اشارہ کر چکا ہے جس میں

حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور جو

امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مناسد لازم آئیں تو ان مناسد کو روکا جائے گا

اور اہل مناسد کی اصلاح کی جائے گی، خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود

ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کے لیے موجب زیادت ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک

روز بھی ترک نہیں کیا گیا پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر

ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفیدہ دیکھا جائے گا اس کی اصلاح

کی جائے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً و

قنناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً و قصداً مقصد ہفتم میں آتا ہے ہر

چند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ

تعالے یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفاء کے لیے بھی کافی ہوں گی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء و تلمذ کے لیے جا بجا موجود ہیں ان سے مراجعت کر لیں۔

مقصد، مقصد

مقصد ہفتم در منع افراط و تفریط فی التقلید و جوب اقتصار جس طرح تقلید کا اکار

قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعین طریق حق کے اور ثبات ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارح و بانی احکام سمجھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضع شرائع و منظر مراد اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کر کے کی جاتی ہے پس جب تک کوئی امر منافی و رافع اس اعتقاد کا نہ پایا جائے گا اس وقت تک تقلید کی جائے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر کی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس مرحوج جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو اور مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے پہچانے کے لیے ادلیٰ یہی ہے کہ اس مرحوج جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔

حدیث اول عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ صلى الله عليه وسلم اقم ترائ

قومك دين بنوا لكعبة اقتصروا عن قواعد ابراهيم فقلت يا رسول الله لا تروها

على قواعد ابراهيم فقال لو احدثان قومك بالكفر لفعلت الحديث اخرجہ السنۃ

الابا داود (تیسیر حکمتہ ص ۲۶۸ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا

تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر

کرا دیجئے فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا، تو میں ایسا ہی کرتا۔ روایت

کیا اس کو بخاری و مسلم نے، ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف: یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاوے گی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لیے

اس میں دست اندازی نہیں کرتا، دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھی کہ قواعد

ابراہیمی پر تعمیر کرا دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دنیا بھی شرعاً

جائز تھی، گو مرجوح تھی، آپؐ نے بخوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار

فرمایا، چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث

کی وجہ سے اس کو درست کر دیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں

رکھا غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے۔

حدیث دوم عن ابن مسعود انه صلى اربعاً فقتل له عبت على عثمان

ثم صليت اربعاً فقال الخلفاء شر اخرجہ ابو داود (تیسیر حکمتہ ص ۲۳۹ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار

رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود جاری پڑھی آپؐ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے **ف**۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعود کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے، مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کے لیے اتمام فرمالینا جو جانب مرحوج بھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے بہر حال ان حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہو گئی، کہ اگر جانب مرحوج بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرحوج میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ترک کما امرنا جائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردید حدیث پر عمل کرنا واجب ہو گا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہو گی، کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث پر سہولت و سلامتی سے عمل ہو جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن و حدیث پر عمل ہو گا، ایسی حالت میں بھی اسی پر جہاد نہ ہو وہ تقلید ہے جس کی مذمت قرآن و حدیث و اقوال علماء میں آئی ہے چنانچہ حدیث ہے۔

عن عدی بن حاتم قال ائیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعتہ یقرأ اتخذوا اجارہم وریہا نعم اربابا من دون اللہ قال انعم لم یکنوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا اعلوا شیئا استحلوا ذلک واذ احرموا علیہم شیئا حرموا اخرجہ الترمذی (تفسیر کلکثرہ ص ۵۹ کتاب التفسیر سورہ براءۃ)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنارکھا تھا خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ انکی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ دیتے وہ اسکو حلال سمجھنے لگے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اسکو حرام سمجھنے لگے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت و حدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے فوراً ترک کر دیا چنانچہ حدیث میں ہے
عن نسیلة الانصار قال قال ابن عمر عن اكل القنفذ قتلا قال لا احد فيما اوجى الى محرمات
على طاعم يطعمه الاية فقال شيخ عند سمعت اياهم يقول يقول ذكر القنفذ عند
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال نبیث من الجنائث فقال ابن عمر ان كان قال
هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو كما قال اخرج ابو داود۔

(تیسرے مکتبہ ص ۲۷ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول القنفذ)

ترجمہ: نسیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کھجور کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قول لا اجد الخ پڑھ دی جس سے اشارہ کرنا حکم حلت کا تھا ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجور کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی جنہیں ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یوں ہی ہے جس طرح حضورؐ نے فرمایا۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے

علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شہ چہار دہم میں ان
 حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جن سے منصف
 آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب و تقلید جامد کی اس تہمت کا غلط ہونا متیقن ہو جائے گا
 جس کا نشاء اکثر روایات پر بلا وراثت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا بغیر معتد علیہ
 علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں
 گستاخی و بدزبانی کرنا پاؤں سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز
 نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انکو یہ حدیث پہنچی ہو نہ ضعیف پہنچی ہو یا اسکو کسی قرینہ شرعی سے
 ماؤل سمجھا ہو اس لیے وہ مغذو رہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے انکے کمال علمی میں طعن کرنا بھی
 بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہ کو کہ جن کا کمال علم مسلم ہے کسی وقت
 تک پہنچی تھیں مگر انکے کمال علمی میں اسکو موجب نقص نہیں کہا گیا چنانچہ حدیث میں ہے۔
 عن عبید بن عمر فی قصۃ استیذان ابی موسیٰ علی عمر رضی عنہ خفی علی ہذا من امر البیہی صلی
 اللہ علیہ وسلم الہانی الصفی بالاسواق المحدث بانقصار (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)
 ترجمہ: عبید بن عمر سے حضرت ابو موسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنیکی اجازت مانگنے کے
 قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ
 گیا مجھ کو بازاروں میں جا کر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔
 ف۔ دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان
 کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر کلم علمی کا طعن نہیں کیا یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر
 طعن کرنا مذموم ہے اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس شخص مذکور کی طرف
 اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول غلط

حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے تمسک ہے اور اتباع شرعی ہی کا قصد رہا ہے بُرا کہنا جائز نہیں اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بغیر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطا، اور دوسرا مذہب ظناً خطا محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے کہ سب جب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جائے پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی و بانی کا لقب دینا اور حسد و بغض و عناد و نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و لعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا۔

البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو بُرا کہے وہ اہلسنت

معنی اہل سنت و جماعت

و جماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہلسنت سے خارج اور اہل بدعت دہوی میں داخل ہے اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب و احتراز لازم سمجھیں اور مجازاً متعارفہ سے بھی اعراض کریں۔ و هذا هو الحق الوسط وما ماعدا ذلك نغلط وسقط العلم انما الحق حقاً وارزقاً اتباعه والباطل باطلاً وارزقاً اجتنبه

خاتمہ

خاتمہ رد لائل بعض مسائل | اس میں چند مسائل جزیئہ نماز کے دلائل حدیث

سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ مقلدین حنفیہ

بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی وجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ ان

میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ کہ دوسرے آسکتا ہے باڈالا جاسکتا ہے کہ جس

مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے

خلاف ہو اس مذہب میں حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے؟ سو اس سے یہ دوسرے

دفع ہو جائیگا اور ہمارے دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں

بلکہ اس کام پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعویٰ

ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کے لیے دلائل

ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات منصرطنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے

کہ ہم بھی بیراہ نہیں چلے ہے تاکہ موافقین تردید سے اور محترمین بدزبانی و بدگمانی

سے نجات پادیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس

حدیث کے کیوں مخالف ہوئے سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل

بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تامل

کر لی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل معہ دلائل یہ ہیں۔

مسئلہ اولی

مسئلہ ثلثین | ایک مثل پر ظہر کا وقت رہنا ہے۔

حديث عن ابي ذر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر ف اراد المؤذن ان يؤذن فقال له ابرؤ ثم اراد ان يؤذن فقال له ابرؤ ثم اراد ان يؤذن فقال له ابرؤ حتى ساءى النخل التلول فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان شدة الحر من فيح جهنم.

مختاری مصطفائی جامعہ

ترجمہ :- ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ آذان کہے آپ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہوئے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے سے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے سے یہاں تک کہ سایہ ٹیلیوں کے برابر ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کو بھاپ سے ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدے سے معلوم ہے کہ ٹیلیکاسایہ جس وقت اس کے برابر ہوگا تو ادرچیروں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا جب اس وقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادتاً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل مسطح سے سایہ تجاوز کر جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے۔

مسند دوم

وضو کر کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

حديث عن طلق بن علي قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مس الرجل

ذكره بعد ما يتوضأ قال وهل هو الا ليضحة منه رواه ابو داود والترمذي و

والنسائی وروی ابن ماجہ (مشکوٰۃ الصاریح ج ۳ ص ۳۳)

ترجمہ :- طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگائے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہوگا) روایت کیا اس کو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب

ف۔ دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے۔

مسئلہ سوم
ناقض بنودن مس زن | عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبل بعض انرواجہ ثم یصلی ولا یتوضأ۔ رواہ ابو داؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ۔

(مشکوٰۃ الصاریح ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

حدیث دیگر عن عائشہ قالت کنت انا مبین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلای فی قبلۃ فاذا سجد غمزی فقبضت رجلی واذا قام یسطحما فقال والبیوت یومیذ لیس نیحاً مصابیح متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ الصاریح ص ۳۶)

ترجمہ :- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

رو برو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے رُخ ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیل دیتی اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے طس کا غیر باقض وضو ہونا ظاہر ہے

مسئلہ چہارم

مسئلہ فرضیت مسح رُبع اس | وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے

حدیث عن المغيرة بن شعبه قال ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح بياضية المحدث رواه مسلم (مشکوٰۃ الصلحی ج ۱ ص ۳۸)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لیے رکھا جائے تو بقدر رُبع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ پنجم

مسئلہ عدم اشتراط تسمیہ در وضو | اگر وضو میں بسم اللہ ترک کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوئہ طهر جسدہ کلمہ واذا لم یذكر اسم اللہ لم یطهر منه الا موضع الوضوء اخرجه رزین

(تیسرے کلمہ ص ۲۸ کتاب الطہارۃ باب رابع فصل ثالث ستہ قاسبعہ ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے تو اس کا توکل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔
ف سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں نہ صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضاء بدن کا جب بدن بسم اللہ پڑھے ہر اعضاء واجب التہیہ طہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

مسئلہ ششم

مسئلہ عدم جہر بہ تسمیہ و رکناز | نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

حدیث عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی بکریۃ وعمر و عثمانؓ فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یدکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قرات ولا اخرها صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۱ ترجمہ حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی سب الحمد سے شروع کرتے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرات کے اول میں نہ آخر میں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ قراۃ میں

مسئلہ ہفتم

مسئلہ قرأت نبودن خلف امام | امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ ستری ہو خواہ

جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واذا قرأ فالصوتوا المحدث مسلم ج امک اشکوۃ عامک عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ

ترجمہ ابو موسیٰ اشعریؓ و ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش

رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی و ابن ماجہ نے۔

ف اس حدیث میں نہ ستری کی نید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورۃ کی بلکہ نماز بھی مطلق

ہے اور قراءۃ بھی مطلق ہے اس لیے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے

اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوة لمن لم یقرأ بفتح الکتاب یعنی اس شخص کے لیے کہ

اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کے لیے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس

حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔

حدیث عن ابی نعیم وہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی

برکۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام هذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج امک

ترجمہ ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبد اللہ صحابی سے

سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس

کی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے، روایت کیا

اس کو ترمذی نے اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

ف:- وجہ تائید ظاہر ہے و در جواب حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفتح الکتاب

کا یہ ہے کہ اس میں قدرت عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جائے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الا امام له قراءه ، ايسر ما جاء مع المطالع ۱۱

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت کو یا اسی شخص کی قراءت سے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے

ف وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لیے قراءت کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کے لیے صلوٰۃ کو

عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصر یہ ہے۔ عن ابی ہریرۃ فی اتیانہ الطور لقائہ کما قال کعب ہی اخر ساعۃ

من یوم الجمعة قبل ان تغیب الشمس فقلت ایس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول لا یصاد فہا صوم وھو فی الصلوٰۃ ولیست تلک الساعۃ

صلوٰۃ قال ایس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقول من صلی و

جس ینظر الصلوٰۃ فھو فی صلوٰۃ حتی تأتیہ الصلوٰۃ الّتی تلّیھا قلت بلی قال

فھو کذلک (نسائی مجتہد ج ۱ ص ۲۱۱)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب سے

بلنے کے مسئلے میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری

ساعت ہے غریب آفتاب کو نے سے پہلے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھنے

ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام

القرآن فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها۔ یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی اھ اس سے مقتدی پر فاسخ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود باکمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت حکیمہ ہی کیوں نہ ہو چیا اور پھر اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرأت حقیقہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو نماز اد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوة کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالیقین موقوف علیہ ہے۔

پس غایت مافی الباب مفید جواز کو ہے اور منہی سے استثنیٰ ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو النصتو صیغہ امر کا ہے وہ مفید منہی عن القراءة کو ہے پس حسب قاعدہ اذا التعارض المبیح والمحرّم ترجح المحرم جواز کو منسوخ کہا جائے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

مسئلہ ہشتم

مسئلہ عدم رفع یمن الصلوٰۃ بجز تحریمہ
 رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے
 پھر نہ کرے

حدیث : عن علقمہ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصابکم بکم صلوٰۃ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیلہ الا فی اول مرتبہ و فی الیاب عن
 البراء بن عازب حدیث ابن مسعود حدیث حسن و ترمذی ج ۱ ص ۳۶
 ترجمہ : علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں تم
 لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار
 میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن
 کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے آئی ہے
حدیث : عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ
 رفع یدیلہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود ابوداؤد (مجتبائی ج ۱ ص ۱۱۶)
 ترجمہ حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع
 فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اس کو
 ابوداؤد نے۔

مسئلہ نہم

مسئلہ اخفاء یمین | آئین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث : عن علقمہ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته (ترمذی ج ۱ ص ۳۵)
ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر لپٹ آواز سے آمین فرمائی۔ روایت
کیا اس کو ترمذی نے۔

اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طحاوی اور ابو یعلیٰ
موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دارقطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے
مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں واخفض بها صوته یعنی پوشیدہ آواز سے
آمین فرمائی اور حاکم کتاب العزائم میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث
کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اسکی سند صحیح ہے اور پھر بھی
بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کیے ہیں علامہ
عینی نے سب کا جواب دیا ہے خیا پنچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی معجمی ج ۱ ص ۱۲۸ میں مذکور ہے۔
مسلم و ہم

دست بستن زیر ناف | قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث عن ابی حنیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف

فی الصلوۃ تحت السرۃ

حدیث دیگر عن ابی وائل قال قال ابو ہریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوۃ

تحت السرۃ ابو داؤد۔ نسخۃ ابن الاثیر ج ۱ ص ۱۱۱

ترجمہ: ابی حنیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے

کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جائے اور ابو داؤد سے روایت ہے کہ حضرت

ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندازِ ناف کے نیچے ہے۔
روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے۔

حدیث دیگر: عن ابی جحیفۃ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوۃ و
لیضعهما تحت السرۃ اخرجه رزین (تیسرے کلمہ ص ۲۶ کتاب الصلوۃ باب خامس)

ف یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابو داؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور
واللہ سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ یازدہم

مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ | قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولے
میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
فی کل رکعتین التحیۃ وكان یفتش رجلہ الیسری وینصب رجلہ الیمنی
(مسلم مجتبیٰ ج ۱ ص ۱۹۴)

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت
پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا
کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپؐ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ
سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقرآن جملہ مستغنیہ فی کل رکعتیں کا مودعہ عموم ہونا مزید برآں ہے۔

حدیث دیگر: عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ قلت لا نظن الی الصلوۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما جلس لعنی للشہد افتش رجلہ الیسری

ورضع يده اليسرى يعني على فخذة اليسرى ونصب رجله اليمنى قال ابن عيسى
 هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند أكثر أهل العلم ترمذي ص ١٢٢
 توجبه وأبى بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا پس جب آپ تشدد کے لیے بیٹھے تو بایاں پاؤں
 بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا روایت کیا
 اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے
ف ہر چند کہ نعل کے لیے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرآن موجود ہوں تو
 عموم ہو سکتا ہے یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لیے اہتمام کرنا جس کے لیے عادی
 لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرآن میں
 اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کا بیان کرنا یہ
 قرآن میں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بیان کرتے
 کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی
 ایک تھی

حدیث دیگر۔ عن عبد اللہ ابن عمر عن ابيہ قال من سنة الصلوة ان تنصب

القدم واستقباله بامانبعها القبلة والمجلوس على اليسرى (نسائی ج ١ ص ١٢٢)
 ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبد اللہ بن عمر سے روایت
 کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کر داور اس کی
 انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کر داور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔
ف یہ حدیث چونکہ قوی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لیے اس کی

دالات میں وہ شبہ بھی نہیں۔

مسئلہ دوازدهم

مسئلہ در علم قبلہ استراحت | پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔

حدیث . عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینحض فی الصلوۃ

علی صدور قدمیہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ علیہ السلام عند اعلیٰ العلم ترمذی ۳۹
ترجمہ . ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرہ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔

دالات واضح ہے۔

مسئلہ سیزدهم

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب | جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہ جائے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم

یصل رکعتی الفجر فلیصلہا بعد ما تطلع الشمس . ترمذی ج ۱ ص ۵۹

ترجمہ . ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی ہو وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فناہر دالات ظاہر ہے۔

مسئلہ چہارونم

مسئلہ سہ رکعت بودن و ترکیب سلام و در قعدہ
و قنوت قبل الركوع و رفع یدین و تکبیر قنوت
در رکعت پر التحیات کے لیے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے
پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر
بسم ربّ الاعلیٰ فی الرکعة الثانیة یقل یا ایہا الکفرون فی الثالثة
یقل هو اللہ احد و لا یسلم الا فی اخر من المحدث .

حدیث دیگر عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
یوتر بثلاث رکعات و فیہ ولینت قبل الركوع
حدیث دیگر عن سعید بن ہشام ان عائشہ حدثتہ ان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر . نائی ج ۱ ص ۲۴۸

خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی سہ رکعت
پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھرتے تھے بالکل اخیر میں پھرتے تھے اور قنوت
قبل رکوع کے پڑھتے تھے روایت کیا تینوں احادیث کو نسائی نے۔

حدیث عن عائشہ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیقرأ فی کل رکعتین التحیۃ مسلم . مجتبیٰ ج ۱ ص ۱۹۴

تو جبہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر
التحیات پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے۔

حدیث أخرجه البيهقي وغيره عن ابن عمر وابن مسعود رفع اليد عن مع

التكبير في القنوت عمدة الرعاية لمولانا عبدالحی ص ۹۹ طبع اصح المطابع.

نوحیہ بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن مسعودؓ سے قنوت میں التذاکیر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

ف مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتیں اپنے عموم سے وتر کی ادبیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

مسئلہ پانزدہم

مسئلہ نبودن قنوت در فجر | صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عثمان و علی ہذا الکوفۃ نحو امن خمس سنین اکانوا یقننون قال ای بنی محمدات رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۰۶۔

ترجمہ۔ ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں) کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف . دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مثلے ہیں بطور نمونہ کے لکھ دیے
ہیں اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف
نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے و ہذا اخر ما اردت
ایرادہ الان وکان تسویدہ فی العشرۃ الوسطی وتبیضہ فی العشرۃ الاخیرۃ
فی رمضان سنہ ۱۳۳۱ھ من الهجرة النبویۃ علی صاحبہا مالا یحصى من الصلوۃ و
الحجۃ فی کورۃ تہانہ بھون صلی اللہ تعالیٰ عن الشرور والمحن . فقط

اشعار و متابعت فحول، و اشعار از بشارت قول

متابعت فحول و بشارت قبول

ہر جہد کہ استدلالیات میں آفاتیات
کالانا ظاہر ایے محل ہے اس لیے

مجھ کو ان اشعار کے لائے میں تر و دہا لیکن اعتقاد تسوید پر منام میں قلب پر
وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں صحابہ کی تشیط و رفع کے
لیے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے جوش میں آکر شعر پڑھا اور
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لیے
اشعار ذکر کرنا موافق سنت کے ہے اھ اس منام سے وہ تر و دہی رفع ہوا
اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے کے سواب و خطا ہونے کے متعلق
کھٹکا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی . اور
بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں قناعت بھی سفر نہیں چونکہ دیاء

بروئے حدیث بشارات سے ہے اس لیے اُمید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوگی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اسکی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اول حدیث خندق کی پھر رُویا کے بشارات ہونے کی لکھتا ہوں پھر اشعار معبودہ شنیعی معنوی سے نقل کر کے آخر میں لکھتا ہوں۔

عن النبیؐ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والا نصار یحفرون

حدیث خندق

فی غداة باردة ولهم یکن لهم عید یعملون ذلک لهم فلما رأی ما بهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الاخرة فاغفر الالنصار المهاجرة فقالوا مجیبین له نحن الذین بايعوا محمداً علی الجهاد ما بقینا اید الخرجه الشیخان والترمذی

(تیسرے کلکتہ ص ۳۳ کتاب الغزوات غزوة الخندق)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق لعلی من النبوة الا البشرات قال

حدیث رُویا

الرؤیا الصالحة اخرجہ البخاری متصلاً وما لک عن عطاء مرسل و زاد میراھا الرجل اوتوی لہ

(تیسرے کلکتہ ص ۸۹ کتاب التعبیر فصل اول)

اشعار شبنوی

با ہواؤ آرزو کم باش دوست
 ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
 آں ہے کہ بار ہا تو رفتہ
 پس ہے را کہ نہ رفتی تو ہیچ
 اندر آور سایہ آں عافے
 پس تقرب جو بدو سوئے الہ
 زانکہ ادھر خار را گلشن کند
 و بتیگر و بندہ خاص الہ
 بار باید راہ راہ تنہا مرو
 چوں بفلک عن سبیل اللہ دوست
 ہیچ چیزے بچو سایہ ہر ہاے
 بے قلاؤ زانہ راں آشفتم
 ہیں و تنہا ز رہبر سر پیچ!
 کش تہاند پرواز رہ قافلے
 سر پیچ از طاعت او ہیچ گاہ
 دیدہ ہر کور را روشن کند
 طالبان را می برد تا پیش گاہ
 از سر خود اندری صحرا مرو
 ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را برید
 ہم بعون ہمت مراں رسید

کتبہ

انشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی اہل سنتی الامدادی غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دلالة بر عقل وابتداء امام عظیم تبلو حیات کتاب سنت و صریحیات اکابر اُمت

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ مذکورہ علم و ہدایت
سے معراج الخ آیت و آخرین منعم لما یلحقوا بهم۔ سورہ جموع تفسیر آیتہ بحديث
وقت نزول آیت کے حضرت ابو ہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو
کئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب
التفسیر شرح حدیث بقول محدثین حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی
طرف اشارہ کرنے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرت تلمیذ
سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد
ہونا امر ظاہر ہے بلاشبہ ہے کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔
حدیث علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق سنہ ۵۵ھ میں اُٹھ جائے گی شرح شمس الدین کروری نے
کہا ہے کہ یہ حدیث امام صاحب پر ہی محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سنہ میں
انتقال ہوا ہے۔
حدیث سوم مع الشرح۔ محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ علم خوب شائع ہو جاوے گا۔ فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہ کا علم

برکات صحابہ | امام صاحب کے والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر

ہوئے آپ نے ان کے اور انکی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی ابن حجر نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبی یہ امر صحت کو پہنچے گا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغریٰ میں دیکھا ہے۔ اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سُرخ خضاب فرمایا کرتے تھے خطیب نے تائیدِ ہذا میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا مگر حضرت انسؓ کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں۔

پس اگر روایت صحابی پر اکتفا کیا جائے تو امام صاحب تابعی ہیں۔ پس فضیلت آیت والذین اتبعوہم باخنان بھی آپ کو شامل ہوگی۔ اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے۔ اور بعض علماء نے روایت بھی ثابت کی ہے جیسا تبیض الصحیفہ میں ابو مشعر عبد الحکیم بن عبد الصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔

برکات اہل بیت نبوت | مفتاح السعادة میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صغیرہ نے حضرت جعفرؓ کی گود میں پرورش پائی

بشارتِ تابعی یہ نسبتِ روحانی رسول اللہ ﷺ ارضی اللہ عنہ کا خواب حضور پر نور صلی اللہ

علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک اپنے سینے سے لگانا
اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشرِ علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی
تعبیر دنیا بیان کیا ہے۔

اسماء بعض شیوخ امام صاحب

حماد بن سلیمان، سلمہ بن کہیل، سماک بن حرب، عبد اللہ بن دینار، عطاء بن
ابی رباح، عطاء بن السائب، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر، علقمہ
بن مرثد، محمد بن السائب، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، ہشام بن عروہ قتادہ
عمرو بن دینار، عبد الرحمن بن ہرمرز وغیرہم معاذ کرد، حافظ مزی نے
تمہذیب الکمال، مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رواۃ و تلامذہ، عبد اللہ بن مبارک عبد اللہ بن یزید مقرئ،

عبد الرزاق بن ہمام، عبد الغزیز بن ابی رواد، عبد اللہ بن یزید القرشی، ابو یوسف،
محمد زفر حسن داؤد طائی، وکیع، حفص بن غیاث، حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم
معاذ کرہم المزی والخفی۔

اور علامہ سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ و تلامذہ کو لبط سے
لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرأ علی دین خلیلہ اصحاب تبعو عین و تابعین
کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہذا شیوخ و تلامذہ کا افراد مناسب سمجھا گیا۔

اسماء بعض اکابر مآثرین امام صاحب از مقتدرین متاخرین
کہ مدح شان بحديث انتم شهداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ یحییٰ بن معین۔ علی بن المدینی۔
شعبہ۔ عبد اللہ بن مبارک۔ ابو داؤد بن جریج۔ یزید بن ہارون۔ سفیان بن شداد بن
حلم۔ یحییٰ بن ابراہیم۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ اسد بن عمرو۔ عبد العزیز بن رواد۔
سیوطی۔ ابن حجر مکی۔ ذہبی۔ ابن خلکان۔ یافعی۔ ابن حجر عسقلانی۔ نووی۔ غزالی
ابن عبد مالکی۔ یوسف بن عبد اللہ بن حنبل۔ خطیب عبد اللہ بن داؤد جوینی
صاحب قاموس شمس الائمہ کردری۔ و میری۔ عبد الوہاب شعرانی۔ طحطاوی۔ سبط
ابن الجوزی۔ وغیرہم۔

بعض کلمات بدیہ منقولہ از علما مذکورین

ابصر۔ فقیہ۔ امام۔ اورخ۔ عامل متعبد کبیر الشان۔ معرض عن الدنیا
محتاج الیہ فی الفقہ۔ ثقہ۔ قائم بالجہ اعلم، افقہ۔ حافظ سنن و آثار حسن الرائے
مجاہد فی العبادہ۔ کثیر البکار فی الدلیل۔ اعقل۔ ذکی سخی۔ موثر نفی کثیر الخشوع
کثیر الصمت، دائم التضرع۔ صاحب الکرامات۔ عابد زاہد، عارف باللہ
مرید وجہ اللہ بالعلم کیت و کیتیت تفقہ۔
سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ لشکری کا سماع خود امام صاحب سے

نقل کیا ہے کہ حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسی نہر مسائل سے زیادہ وضع فرمائے۔

وفات

بعد بر داشت فرماتے ظلم و انبلا شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور

اُسی میں وفات فرمائی۔

هذا كله من مقدمة الهداية والسعاية والنافع الكبير و
التعليق المجدل مولانا عبد المحي المرحوم المكتوى .

مخلص مرام

جب ایسے وائل قویہ سے امام صاحب کے ایسے
فضائل سنید ثابت ہوں پس آپ کے علم و استہدائے
میں کیا کلام ہے؟ اور یہی مدار ہے مقتدا فی الدین لائق تقلید
ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے۔

فقط

ختم شد

شدیدی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

علامہ شاہ محمد اسماعیل شہید

کی بلند پایہ تصنیف

ایضاح الحق الصریح

کامستند اردو ترجمہ

بدعت کی حقیقت

اور

اُس کے احکام

مترجم: معراج محمد بآرق

مدنی کتب خانہ آرام باغ - کراچی